ڈاکٹر مس جمیلہ سدل۔ پشاور یونیورسٹی

حضرت شیخ الہندؒ کے والد

مولانا ذوالفقار علی دیوبندی

دیوبند کو مسلمانوں کی تاریخ میں ایک مرکز کی حیثیت حاصل ہے۔ اور بظاہر یہ چھوٹا سا قصبہ اپنی دینی علمی اور تاریخی روایات کے اعتبار سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کی تاریخی عظمت، علمی شان و شوکت تمام عالم اسلام کے لئے اور خصوصاً برصغیر کے مسلمانوں کے لئے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس مردم خیز قصبے نے بہت سے مشاہیر اسلام کو جنم دیا۔ اور یہی وہ قصبہ ہے جو مولانا ذوالفقار علی کی جائے پیدائش ہے۔

مولانا ذوالفقار علی دیوبند کے عثمانی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی شیخ فتح علی ہے۔ مولانا اصغر حسین اپنی کتاب "حیات شیخ الہند" میں یوں رقمطراز ہیں:-

اس قصبہ کے مسلمانوں میں غالب و معزز عنصر ہمیشہ سے خلفائے راشدین کی اولاد یعنی شیوخ کا رہا ہے بعض صدیقی اور بعض عثمانی۔ اس مبارک سلسلہ کے چند معزز خاندانوں میں ذوالفقار علی کا خاندان ہے۔ حضرت کے جدامجد شیخ فتح علی صاحب ایک نہایت بلند پایہ شخصیت تھے۔ ان کے تین صاحب زادے تھے۔ جس میں سے حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب ایک نہایت صاحب اقبال اور دینی و دنیاوی حیثیتوں سے صاحب وجاہت اور عزت دار عالم تھے[2]

تاریخ پیدائش | مولانا ذوالفقار علی کی تاریخ پیدائش کیا ہے؟ اس کے متعلق سوائے اس کے کہ "حیات شیخ الہند" میں لکھا ہے کہ مولانا نے ۱۵ رجب ۱۳۲۲ھ - ۱۹۰۴ء میں پچاسی سال کی عمر میں وفات پائی۔ اس حساب سے آپ کی تاریخ پیدائش ۱۲۳۷ھ - ۱۸۲۱ء قرار دی جاسکتی ہے[3]

تعلیم | مولانا ذوالفقار علی نے ابتدائی تعلیم اپنے بڑے بھائی مہتاب علی سے حاصل کی۔ مولانا مہتاب علی مکتبہ مہتابی کے بانی تھے[4] آپ نے فارسی اور عربی کی تعلیم انہیں سے حاصل کی۔ مولانا طیب نے اپنی قلمی یادداشت

---

[1] اکابر علماء دیوبند از حافظ محمد اکبر شاہ بخاری ص ۲۹   [2] حیات شیخ الہندؒ از مولانا اصغر حسین صاحب (دار الکتب اصغریہ دیوبند ۱۹۴۸) ص ۶   [3] ایضاً   [4] مکتبہ مہتابی: تاریخ دیوبند طبع ۱۹۵۲ (باقی اگلے صفحہ پر)

میں لکھا ہے کہ شیخ الہند کے والد مولانا ذوالفقار علی نے بھی ابتدائی تعلیم اپنے بڑے بھائی شیخ مہتاب علی سے پائی تھی۔ ان ہی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نانوتویؒ جس زمانے میں دیوبند کے اس مہتابی مکتب میں علم کی روشنی حاصل کرنے کے لئے شریک کئے گئے تو اس وقت شیخ الہند مرحوم کے والد ماجد مولانا ذوالفقار علی بھی اس مکتب میں زیرتعلیم تھے۔ اور آپ مولانا نانوتوی سے ایک جماعت اوپر ترقی کر چکے تھے۔

ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مولانا ذوالفقار علی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے دہلی کالج تشریف لے گئے۔ اور وہاں مولانا مملوک علی کی خدمت میں رہ کر علم دینیہ وعربیہ حاصل کئے۔ مولانا اصغر حسین صاحب "شیخ الہند" میں تحریر فرماتے ہیں:-

---

بقیہ حاشیہ نمبر ۲۸ میں سید محبوب رضوی ص ۲۷، ۲۸، ۲۹ پر مکتبہ مہتابی کے متعلق یوں رقم طراز ہیں:-

آخری زمانے میں دیوبند میں قدیم طرز کے صرف تین مدرسوں کا پتہ چلتا ہے۔ ان میں سے ایک مدرسہ مولوی مہتاب علی کا تھا۔ دوسرا میاں جی امام علی کا اور تیسرا ابھال سنگھ کے رئیس کے مکان پر جاری تھا۔ دیوبند کے بزرگ میاں جی منے شاہ صاحب وہاں پڑھاتے تھے۔ ان مدرسوں میں ہندو اور مسلمان بچے ساتھ ساتھ پڑھتے تھے۔ نصاب تعلیم میں فارسی اور حساب داخل تھا۔ ان مدرسوں میں سے بعض کے تعلیم یافتہ اب بھی خال خال موجود ہیں۔ اگرچہ ان مدرسوں کی تعلیم آج کل کی طرح باضابطہ نہ تھی۔ مگر استادوں کا فیضان نظر شاگردوں میں غیر معمولی قسم کی علمی پختگی اور اخلاقی درستگی پیدا کر دیتا تھا۔ جن لوگوں کو ان مدارس میں پڑھے ہوئے اشخاص سے واسطہ پڑا ہے وہ اس کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔

مولانا مناظر احسن گیلانی سوانح قاسمی کے ص ۱۴۷ تا ۱۵۰ میں مولانا یعقوب نانوتوی کی تالیف سوانح عمری مولانا محمد قاسم نانوتوی کے حوالے سے یوں لکھتے ہیں: "یہاں دیوبند میں مولوی مہتاب علی کا مکتب تھا"

لہ مولانا مملوک علی بن شیخ احمد علی نانوتہ ضلع سہارنپور میں ۱۷۸۷ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم نانوتہ میں حاصل کرنے کے بعد دہلی پہنچے۔ جہاں شاہ ولی اللہ کے صاحب زادے شاہ عبدالعزیز، شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین شمع علم روشن کئے ہوئے تھے۔ آپ نے حضرت شاہ عبدالعزیز سے فیضان تلمذ حاصل کیا۔ اور ہدایت النحو آپ سے پڑھی۔ پھر آپ نے شاہ رفیع الدین اور مولانا رشید الدین خان سے علوم متداولہ حاصل کیے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ نے دہلی میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اور جب ۱۸۲۵ء میں دہلی کالج قائم کیا گیا تو یکم جون ۱۸۲۵ء کو بحیثیت نائب مدرس آپ کا تقرر ہوا۔ آپ کی تنخواہ پچاس روپے مقرر ہوئی۔ جو کہ ۸ نومبر ۱۸۴۱ء میں مسٹر ٹامسن وزیٹر کی سفارش پر دس روپے کا اضافہ کیا گیا اور ساٹھ روپے ہو گئی۔ مولانا مملوک علی ایک عالم مدرس کی حیثیت سے مشہور ومعروف ہوئے

" مولانا ذوالفقار علی نے دہلی کے عربی کالج میں جہاں اور بہت سے فخرِ روزگار علماء نکلے ہیں استاذ المشائخ مولانا مملوک علی سے تعلیم حاصل کی"[1] مولانا مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں۔ "مولانا مفضل الرحمٰن (والد مولانا شبیر احمد عثمانی) اور مولانا ذوالفقار علی دونوں دلی کالج کے صدر مولانا مملوک علی سے تلمذ رکھتے تھے"[2]

مولانا ذوالفقار علی نے دہلی کالج میں مغربی علوم کی تعلیم بھی حاصل کی ان کے گارسماں دتاسی لکھتے ہیں۔

"وہ دہلی کالج کے طالبِ علم تھے۔ چند سال کے لئے بریلی کالج میں پروفیسر رہے۔ ۱۸۵۶ء میں وہ میرٹھ میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے۔ مسٹر ٹیلر ان سے واقف تھے ان کا بیان ہے کہ مولانا ذوالفقار علی ذہین طبع ہونے کے علاوہ فارسی اور مغربی علوم سے بھی واقف تھے۔ ان کے کلام سے قطع نظر انہوں نے اردو میں "تسہیل الحساب" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جو بریلی سے ۱۸۵۲ء میں چھپی ہے۔ اس کتاب کو

STATES POSTOLOZZIAN ARITHMATICS BY H.S. RAID کی مدد سے تیار کیا گیا تھا"

بقیہ حاشیہ صہ ۲۹ کالج کے علاوہ گھر پر بھی درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ آپ ۱۱ ذی الحجہ ۱۲۶۷ھ مطابق ۷ اکتوبر ۱۸۵۱ء کو فوت ہوئے اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے خاندانی قبرستان میں مدفون ہوئے۔

مولانا مملوک علی کے تلامذہ کا شمار تو ناممکن ہے۔ البتہ ان کے چند ایک ممتاز شاگردوں کے اسمائے گرامی درج ہیں:۔

مولانا محمد مظہر نانوتوی۔ مولانا محمد احسن نانوتوی۔ مولانا محمد منیر نانوتوی۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی۔ مولانا رشید احمد گنگوہی۔ مولانا محمد یعقوب نانوتوی۔ مولانا احمد علی سہارنپوری۔ مولانا ذوالفقار علی دیوبندی۔ مولانا فضل الرحمٰن دیوبندی۔ شمس العلماء محمد حسین آزاد۔ مولوی کریم الدین پانی پتی۔ مولوی سمیع اللہ اور مولوی ذکاء اللہ۔

مولانا مملوک علی چونکہ ہر وقت درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے اس لئے تصنیف و تالیف کا وقت نہ مل سکا اس زمانے میں دہلی کالج سے جن کتابوں کا ترجمہ ہوا اس کی نگرانی و نظرثانی آپ فرماتے تھے۔ چند کتابوں کے نام درج ذیل ہیں

۱۔ تحریر اقلیدس۔ ۱۸۴۴ء میں پرنسپل دہلی کالج کی تحریک پر تحریر کی۔ اقلیدس کے شروع کے چار مقالات اور آخر کے گیارہویں اور بارہویں مقالوں کا اردو میں ترجمہ کیا۔

۲۔ تاریخ یمنی۔ اس کا مخطوطہ بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کے کتب خانہ میں ہے۔

۳۔ ترجمہ سنن ترمذی۔ یہ دہلی کالج کے نصاب میں شامل تھی اس لئے آپ نے اس کا اردو ترجمہ کیا۔

مولانا کے نامور فرزند مولانا محمد یعقوب نانوتوی ہیں (ماخوذ از مولانا محمد احسن نانوتوی مولف محمد ایوب قادری مکتبہ عثمانیہ کراچی صہ ۱۷۷ تا ۱۸۴)

[1] حیات شیخ الہند صہ ۹ [2] سوانح قاسمی ج ا ص ۲۱۰

مولانا ذوالفقار علی نے مفتی صدرالدین آزردہ سے بھی فیضان تلمذ حاصل کیا۔ مفتی صدرالدین آزردہ اپنے عدالتی کاموں سے فارغ ہونے کے بعد مدرسہ دارالبقاء میں درس دیا کرتے تھے۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ مولانا نے مفتی صاحب سے کون سی کتابیں پڑھیں۔[۴]

ملازمت مولانا ذوالفقار علی نے اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ملازمت اختیار کی۔ آپ کا پہلا تقرر بریلی کالج میں بحیثیت پروفیسر کے ہوا۔ تاریخ تقرری معلوم نہ ہو سکی۔ البتہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن کی پیدائش ۱۸۵۱ء میں ہوئی۔ " مولانا (شیخ الہند) ۱۲۶۸ھ / ۱۸۵۱ء میں مقام بریلی جب کہ آپ کے والد ماجد بوجہ ملازمت مع اہل وعیال وہاں مقیم تھے۔ عالم ظہور میں تشریف لائے۔[۵]

حافظ محمد اکبر شاہ صاحب بخاری اپنی کتاب " اکابر علماء دیوبند " میں لکھتے ہیں: " شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی ۱۲۶۸ھ / ۱۸۵۱ء کو بریلی میں پیدا ہوئے۔ کیونکہ ان ایام میں آپ کے والد مولانا ذوالفقار علی صاحب بریلی میں انسپکٹر مدارس تھے۔ وہ ایک جید عالم اور صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ اور با اقبال بزرگ بھی تھے "[۶]

محمد ایوب قادری لکھتے ہیں " شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے والد مولانا ذوالفقار علی دیوبندی بریلی کالج کے پروفیسر تھے۔ مولانا ذوالفقار علی کا بریلی میں کئی سال تک قیام رہا "

مولانا سید محبوب رضوی یوں رقمطراز ہیں: " حضرت شیخ الہند کی پیدائش ۱۲۶۸ھ / ۱۸۵۱ء بریلی میں ہوئی۔

---

۴ غدر کے چند علماء۔ از مفتی انتظام اللہ (دینی بک ڈپو اردو بازار دہلی) ص ۴۵، ۵۰

مفتی صدرالدین بن شیخ لطف اللہ کشمیری ۱۲۰۴ھ / ۱۷۸۹ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ علوم نقلیہ کی تحصیل شاہ عبدالعزیز، شاہ عبدالقادر اور شاہ محمد اسحاق سے کی۔ اور علوم عقلیہ مولانا فضل امام خیرآبادی سے حاصل کئے اپنے معاصرین میں ممتاز تھے۔ (تذکرہ علماء ہند ص ۲۴۷) آپ کو ایسٹ انڈیا کمپنی سے صدر الصدوری کا خطاب بھی ملا تھا شاہجہانی عہد سے زیر جامع مسجد مدرسہ دارالبقاء چلا آرہا تھا۔ سلطنت کی تباہی کے ساتھ وہ بھی برباد ہوا۔ مفتی صاحب نے اسے از سر نو اپنے پیسے سے بنوایا۔ اور اساتذہ کو اپنی جیب سے تنخواہ اور طلبا کو وظائف دیتے تھے۔

اس زمانے کی دلی میں شعر و شاعری کا بہت زور و شور تھا آپ کے اور شیفتہ کے ہاں باری باری ہر ہفتے مشاعرے ہوتے تھے۔ " آپ ۱۸۵۷ء میں غدر کے زمانے میں فتویٰ جہاد کے اتہام میں گرفتار ہوتے اور منصب و جائیداد منقولہ و غیر منقولہ ان سے چھین لی گئی " آپ کا انتقال ۲۴ ربیع الاول ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء میں ہوا۔

۵ حیات شیخ الہند از میاں اصغر حسین (دارالکتب اصغریہ دیوبند) ص ۹ ۶ اکابر علماء دیوبند از حافظ محمد اکبر شاہ بخاری (ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور) ص ۲۹

والد ماجد مولانا ذوالفقار علی صاحب بریلی میں محکمہ تعلیم میں ڈپٹی انسپکٹر تھے۔[1] ۱۸۵۳ء جو لکھا ہے یہ غلط ہے آپ کی پیدائش ۱۸۵۱ء ہے۔

اوپر دیئے گئے اقوال سے دو باتیں سامنے آتی ہیں کہ آپ بریلی کالج میں پروفیسر تھے یا ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے قیاس تو یہ ہے کہ آپ بریلی کالج میں تدریس کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے ہوں گے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ آپ شعبہ تعلیم میں ڈپٹی انسپکٹر بھی ہوں گے۔ یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے کچھ عرصہ بریلی کالج میں بحیثیت پروفیسر کے کام کیا ہو اور اس کے بعد آپ کا تقرر ڈپٹی انسپکٹر کے عہدہ پر کر دیا ہو۔

مولانا محمد ایوب قادری سوانح مولانا محمد احسن نانوتوی کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔

"مولانا ذوالفقار علی ولد شیخ فتح علی دیوبند (ضلع سہارنپور) وطن ہے۔ مولانا مملوک علی نانوتوی سے دہلی کالج میں پڑھے اور بریلی کالج میں پروفیسر اور شعبہ تعلیم میں انسپکٹر مدارس رہے"[2]

گارساں دتاسی لکھتا ہے:۔ "وہ دہلی کالج کے طالب علم تھے[3] چند سال کے لئے بریلی کالج میں پروفیسر ہو گئے اور ۱۸۵۷ء میں وہ میرٹھ میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے"۔ بریلی اور میرٹھ کے علاوہ آپ مظفر نگر، ڈیرہ دون اور سہارنپور میں بھی ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہے۔ "تذکرۃ البلاغہ" مولفہ مولانا ذوالفقار علی (۱۸۷۴ء) کے سرورق پر آپ کے نام کے بعد ڈپٹی انسپکٹر مدارس سہارنپور لکھا ہے۔

مولانا ذوالفقار علی پنشن پانے کے بعد دیوبند میں آنریری مجسٹریٹ بھی رہے۔[4] آپ اس آنریری مجسٹریٹ کے منصب پر زیادہ عرصہ نہیں رہے بلکہ آپ اس سے استعفا دے کر دیوبند میں درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔

مولانا اصغر حسین "حیات شیخ الہند" میں لکھتے ہیں۔ "۱۲۸۹ھ تک حضرت (شیخ الہند محمود الحسن) نے تمام صحاح ستہ اور دیگر فنون کی اعلیٰ کتب مولانا (محمد قاسم نانوتوی) کی خدمت میں ختم کیں اور اس زمانے میں باوقات مختلف ادب کی بعض کتابیں اپنے والد ماجد سے پڑھیں"[5] محبوب رضوی "تاریخ دیوبند" میں رقمطراز ہیں۔ "شیخ الہند محمود الحسن نے فنون کی بعض اعلیٰ کتابیں اپنے والد ماجد سے پڑھیں"[6]

مولانا ذوالفقار علی ۱۲۹۳ھ ۱۸۷۶ء میں ریٹائر ہوئے۔ مولانا مناظر احسن گیلانی سوانح قاسمی میں لکھتے ہیں "یہ دونوں حضرات (مولانا ذوالفقار علی اور مولانا فضل الرحمن) تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد حکومت کے تعلیمی محکمے میں ڈپٹی انسپکٹر ہو کر وظیفہ (پنشن) پانے کے بعد اپنے وطن میں خانہ نشین ہو چکے تھے اور خانہ نشینی کے بعد ہی

---

۱ تاریخ دیوبند از محبوب رضوی ص ۱۴۶ ۲ ایضاً ۳ مولانا محمد احسن نانوتوی از محمد ایوب قادری ص ۴۲ ۴ [illegible] حیات شیخ الہند از مولانا اصغر حسین ص ۱۴ ۵ تاریخ دیوبند از محبوب رضوی ص ۱۴۶

غالباً یہ دونوں بزرگ مسجد چھتہ کی مجلس انس کا جزو ہوتے[1]۔ مجلس انس سے مراد بانیان دارالعلوم دیوبند ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کا قیام ۱۲۸۳ھ ۱۸۶۷ء میں ہوا۔ مولانا ذوالفقار علی دیوبند کے اس دارالعلوم کی بنا میں شریک تھے اور قریباً چالیس برس تک اس کی مجلس شوریٰ کے رکن رہے۔

قاری محمد طیب تاریخ دارالعلوم دیوبند میں لکھتے ہیں۔ " اس بناء (دارالعلوم کی بنا) میں خصوصیت سے حاجی عابد حسین قدس سرہ، حضرت مولانا ذوالفقار علی قدس سرہ۔ اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب قدس سرہ قابل ذکر ہیں۔ جن کا ہاتھ ابتدا ہی سے تاسیس مدرسہ میں تھا۔ یہ حضرات خصوصیت سے حضرت نانوتوی قدس سرہ کے دست و بازو رہے ہیں۔ اور بناء (دارالعلوم کی بنا) کے بعد بھی اس کی ذمہ دار مجلس کے رکن کی حیثیت سے مدرسہ کے تمام امور میں عملاً شریک رہے ہیں"

دارالعلوم دیوبند کے پہلے سال کا امتحان مولانا مہتاب علی (مولانا ذوالفقار علی کے بڑے بھائی) مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا ذوالفقار علی نے لیا تھا۔

دارالعلوم دیوبند کے علاوہ مدرسہ مظاہر العلوم کی سرپرستی کا فخر بھی مولانا ذوالفقار علی کو حاصل ہوا۔ مدرسہ مظاہر العلوم رجب ۱۲۸۳ھ میں سہارنپور میں دارالعلوم دیوبند کے قیام کے چھ ماہ بعد قائم ہوا۔ مولانا سعادت علی خان سہارنپوری نے یکم رجب ۱۲۸۳ھ کو محلہ قاضی میں اس کی بنیاد رکھی۔ اور مولوی سخاوت علی انبیٹھوی کو مدرس مقرر کیا۔ تین ماہ بعد شوال ۱۲۸۳ھ میں مولانا مظہر صاحب اس مدرسہ کے صدر مدرس بنائے گئے۔ چند سال بعد حافظ فضل حق مدرسہ کو اپنے محلے میں لے گئے۔ اور اپنے ذاتی مکان میں مدرسہ قائم کیا۔ اور اسی سال اس کا نام مدرسہ مظاہر العلوم رکھا گیا۔ اس وقت مدرسہ کے ممبران مولانا محمد مظہر۔ قاضی فضل الرحمٰن اور حافظ فضل حق تھے۔ ۱۲۸۳ھ سے ۱۳۰۲ھ تک مدرسہ کے سرپرست حضرت مولانا سعادت علی خان۔ مولانا محمد مظہر اور قاضی فضل الرحمٰن و امام ربانی رہے۔ ۱۳۱۴ھ میں مولانا خلیل احمد کو دیوبند سے مظاہر العلوم بلا یا گیا۔ اور امام ربانی صاحب مدرسہ کے سرپرست مقرر ہوئے۔ پانچ سال تک اس مدرسہ نے خوب ترقی کی۔ لیکن ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۳ء میں مدرسہ میں ایک ہنگامہ کے بعد امام ربانی نے استعفادے دیا اور آپ کی جگہ تین حضرات سرپرست مقرر ہوئے۔ مولانا ذوالفقار علی دیوبندی مولانا عبدالرحیم رائے پوری اور مولانا اشرف علی تھانوی[2]۔

۱۲۸۲ھ ۱۸۶۶ء میں مولانا نے فریضہ حج ادا کیا۔ اور آپ کے ساتھی مولانا محمد احسن نانوتوی بھی حج کی غرض سے حجاز مقدس تشریف لے گئے تھے۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اپنے ایک مکتوب بنام رشید احمد گنگوہی میں

---

[1] سوانح قاسمی از مناظر احسن گیلانی ج ۲ ص ۲۲۵ [2] تذکرہ مشائخ دیوبند از مفتی عزیز الرحمٰن قرآن محل کراچی صہ ۲۱۶، ۲۱۹

مولانا ذوالفقار علی اور مولانا محمد احسن نانوتوی کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"فقیر ہر طرح سے خوش و خرم ہے اور تمام احباب کے حق میں دعائے خیر کرتا ہے۔ خطوط متواتر ہر ایک کے پہنچے مدینہ شریف سے آکر ان کا مطالعہ کیا۔ اور مسرت حاصل ہوئی۔ جواب خطوط ہر ایک مفصل نام بنام ہمدست مولوی ذوالفقار علی دیوبندی پہنچے گا۔ اور اس وقت بباعث جلدی کے اور نیز اس سبب سے کہ بسبب بیماری کے جو مدینہ شریف میں لاحق ہوئی تھی ہاتھ میں کسی قدر لغزش ہو گئی۔ خطوط مفصل نہ بھیج سکا اور حال مفصل اس جگہ کا زبانی مولوی محمد احسن صاحب سے معلوم ہوگا۔ حاجت تحریر نہیں"[1]

مسلک و سلسلہ بیعت | مولانا ذوالفقار علی علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ باطنی علوم میں بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ چنانچہ دوران حج ۱۲۸۲ھ میں آپ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ حاجی امداد اللہ مولانا محمد قاسم نانوتوی کے نام ایک خط میں فرماتے ہیں۔

"مولوی ذوالفقار علی صاحب داخل سلسلہ بزرگان شدند۔ مگر بسبب عدم فرصت و کم قیام و سفر مدینہ منورہ و غیرہ ہیچ کردن نتوانستند لہذا بان عزیز حوالہ کردن آنند بہر حال شان توجہ مدعی دارند و از تعلیم و تلقین دریغ ندارد"[2]

مولانا ذوالفقار علی کا مسلک حنفی اور چشتی المشرب تھے۔ "تسہیل الدراستہ فی شرح دیوان الحماسۃ" کے دیباچہ میں فرماتے ہیں۔ "وانا العبد المفتقر ذوالفقار علی الدیوبندی مولداً و محتداً و الحنفی مذھباً و الجشتی مشرباً و العثمانی نسباً"[3]

وصال | مولانا ذوالفقار علی نے ۱۵ رجب ۱۳۲۲ھ ۱۹۰۴ء کو دیوبند میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون[4]۔ آپ کو دیوبند کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ مولانا سید محبوب رضوی دارالعلوم دیوبند کی ۱۳۲۲ھ کی روداد کے حوالے سے محمد ایوب قادری کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔ "مولانا محمد احسن نانوتوی قبرستان قاسمی آسودہ خواب ہیں۔ حضرت نانوتوی (مولانا محمد قاسم) کے برابر میں جانب مشرق ایک قبر چھوڑ کر ان کی قبر ہے۔ اور درمیانی قبر مولانا ذوالفقار علی کی ہے"[5]

اولاد | مولانا ذوالفقار علی کی اولاد میں دو صاحب زادیاں اور چار صاحبزادے تھے۔ صاحب زادوں

---

[1] امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق مرتبہ مولانا اشرف علی تھانوی (تھانہ بھون ۱۳۴۷ھ) صہ ۲۵۶ [2] حیات امداد از پروفیسر انوار الحسن (مدرسہ عربیہ نیو ٹاؤن کراچی ۱۹۶۵) صہ ۱۲۳ [3] تسہیل الدراستہ از مولانا ذوالفقار علی (مطبع مجتبائی دہلی) صہ [4] حیات شیخ الہند صہ ۶۷ [5] مولانا محمد احسن نانوتوی صہ ۱۰۱۔۱۰۲

کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ ۱۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن ۔ ۲۔ حامد حسن ۔ ۳۔ حکیم محمد حسن ۔ ۴۔ حافظ محمد محسن ۔ ان کا مختصر تعارف درج ذیل ہے :-

۱۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن ۔ آپ ۱۲۶۸ھ ۱۸۵۱ء بریلی میں پیدا ہوئے۔ اس وقت آپ کے والد ماجد مولانا ذوالفقار علی بریلی میں محکمہ تعلیم میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے چچا مولانا مہتاب علی سے حاصل کی اور جب دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا تو آپ اس میں داخل ہوگئے۔ ان کی نسبت کہا جاتا ہے جس نے دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے استاد ملا محمود کے سامنے کتاب کھولی وہ بھی محمود تھا۔ آپ نے فنون و ادب کی بعض کتابیں اپنے والد سے پڑھیں۔ اور بعض کتابیں مولانا محمد قاسم نانوتوی سے میرٹھ اور دہلی میں رہ کر پڑھیں۔ ۱۹ ذی القعدہ ۱۲۹۰ھ میں دارالعلوم کے جلسہ دستار بندی میں آپ کو سند فراغ و دستار فضیلت اکابر علماء کے دست حق پرست سے عطا ہوئی[1]

۱۲۹۴ھ ۱۸۷۴ء میں مدرس چہارم کی حیثیت سے دارالعلوم دیوبند میں آپ کا تقرر ہوا۔ اور پھر ۱۳۰۸ھ ۱۸۹۱ء میں آپ صدارت کے منصب پر پہنچ گئے۔ دارالعلوم کے سرپرست بھی رہے۔ آپ کی شب و روز کی محنت ایثار اور خلوص کی وجہ سے دارالعلوم کو شہرت دوام حاصل ہوئی۔ مفتی عزیز الرحمٰن اس کا اظہار یوں فرماتے ہیں۔

" دارالعلوم کو معراج کمال پہ پہنچانے والے دو مقدس بزرگ ہیں جن کو ہم شیخ الہند (محمود الحسن) اور شیخ الاسلام (سید حسین احمد مدنی) کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ان دونوں حضرات نے دارالعلوم کو ایشیا کی منفرد یونیورسٹی کی شکل دی "[2] آپ نے تعلیم کے علاوہ سیاست میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ تحریک ریشمی رومال اور تحریک خلافت میں اہم کردار ادا کیا۔

مولانا محمود الحسن ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ ۱۹۲۱ء کو دہلی میں فوت ہوئے آپ کو دیوبند میں حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی کی قبر کے قریب دفن کیا گیا۔ آپ کی تصانیف میں قرآن مجید کا اردو ترجمہ و فوائد۔ ایضاح الادلہ۔ احسن القری الابواب و تراجم البخاری۔ مختلف فتاویٰ۔ کلیات شیخ الہند اور سیاسی خطبات شامل ہیں۔

۲۔ حامد حسن ۔ مولانا ذوالفقار علی کے دوسرے صاحب زادے مولوی حامد حسن ہیں۔ ملازمت کا اکثر حصہ ضلع بجنور میں گذرا ہے۔

۳۔ حکیم محمد حسن ۔ یہ مولانا ذوالفقار علی کے تیسرے صاحب زادے ہیں۔ آپ نے مولانا رشید احمد گنگوہی سے علوم

---

[1] حیات شیخ الہند از مولانا اصغر حسین ص ۹ تا ۱۲ [2] تذکرہ مشائخ دیوبند از مفتی عزیز الرحمٰن ۔ قرآن محل ص ۱۷

دین و حدیث کا علم حاصل کیا۔ اس کے علاوہ دار العلوم دیو بند میں دوسرے علماء کے علاوہ اپنے بھائی شیخ الہند سے بھی تلمذ حاصل کیا۔ طب کی تعلیم دہلی میں حکیم عبد المجید سے حاصل کی۔ آپ نے … زندگی دار العلوم کی علمی خدمات کے ساتھ اس کے شعبہ طب کی خدمت میں صرف کر دی۔

۴۔ حافظ محمد حسن یہ مولانا ذوالفقار علی کے چوتھے صاحب زادے ہیں۔ انہوں نے زندگی کا اکثر حصہ ملازمت میں گذارا۔

تصانیف | مولانا ذوالفقار علی کا یہ احسان عظیم ہے کہ آپ نے عربی ادب کی وہ مستند کتب جو درس نظامی اور جماعت کے نصاب میں شامل تھیں ان کی تسہیل فرمائی۔ اور ان میں سے اکثر کتابیں ایسی تھیں جن کا سمجھنا طلبا کے لئے گراں اور معلمین کے لئے ان کی وضاحت مشکل ہوتی تھی۔ آپ نے ان کتابوں کو عام فہم بنا دیا۔ اور بہت سی کتابوں کا ترجمہ پہلی بار اردو میں کیا۔

۱۔ تسہیل الحساب :۔ مولانا ذوالفقار علی کی یہ سب سے پہلی تصنیف ہے، جسے مولانا نے

"TATES POSTOLOZZIAN BY H.S. RAID"

کی مدد سے اردو میں تیار کیا۔ یہ کتاب ۱۸۵۲ء میں بریلی میں چھپی۔

۲۔ تذکرۃ البلاغہ۔ یہ کتاب علم البلاغۃ سے متعلق ہے۔ ۱۲۹۱ھ ۱۸۷۴ء میں مدارس کے طلبا کے لئے لکھی۔ اس کتاب کی تالیف پر آپ کو گورنمنٹ کی طرف سے ۵۰۰ روپے انعام بھی ملا۔ اس کے پہلے ورق پر یہ عبارت ہے۔

"حسب منشاء جناب مستطاب معلی القاب نواب لفٹیننٹ گورنر بہادر ممالک مغربی و شمالی واسطے تعلیم طلبہ مدارس کے کتاب "تذکرہ البلاغہ" مولوی ذوالفقار علی ڈپٹی انسپکٹر مدارس ضلع سہارنپور نے تالیف کیا۔ جس کے صلے میں پانسو روپیہ بطور انعام سرکار سے مرحمت ہوئے"۔[۵]

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۸۷۴ء میں۔ دوسرا ۱۹۰۹ء میں اور تیسرا ۱۹۲۳ء میں مطبع مجتبائی دہلی نے شائع کیا اور چوتھا ایڈیشن مطبع قدیمی دہلی سے چھپا۔

۳۔ تسہیل الدراسۃ الی ترجمۃ الحماسۃ۔ یہ دیوان الحماسۃ لابی تمام کی شرح ہے اس کا پہلا ایڈیشن ۱۸۹۰ء دوسرا ایڈیشن ۱۹۱۱ء میں اور تیسرا ۱۹۱۹ء میں مطبع مجتبائی دہلی نے شائع کئے۔ اس کتاب کا نام "تسہیل الدراسۃ فی شرح دیوان الحماسۃ بھی ہے۔ پہلا نام کتاب کے دیباچے میں ان کی اپنی وضاحت کے ساتھ دیا گیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:" اور اس واسطے کہ حل معانی اشعار اور ان کے حاصل کو دوسری زبان کے اندر بیان کرنے میں زیادہ سعی کی گئی ہے۔ اس لئے اس ترجمے کا نام "تسہیل الدراسۃ الی ترجمۃ الحماسۃ رکھا گیا" اور دوسرا نام مولانا نے تسہیل البیان فی شرح دیوان ابی الطیب " کے دیباچے میں لکھا ہے :۔

---

[۵] تذکرۃ البلاغہ۔ مطبع مجتبائی دہلی بار سوم ۱۹۲۳ء

آخر

"ولمّا فرغت من تسوید کتاب تسهیل الدراسة فی شرح الحماسة"[1] اس طرح اس کے دونوں نام مستند ہیں۔

۴۔ تسہیل البیان فی شرح دیوان ابی طیب۔ یہ دیوان المتنبی کے دیوان کی شرح ہے۔ یہ کتاب مولانا ذوالفقار علی نے مولوی عبدالاحد مالک مطبع مجتبائی دہلی کی فرمائش پر لکھی اور مطبع مجتبائی ہی نے اس کے تینوں ایڈیشن شائع کیے۔ آپ نے اس کتاب کو لکھنے میں شرح التبیان للعکبری پر انحصار کیا ہے۔ ہر شعر کے عربی میں لغوی معنی دیتے ہیں۔ محاوروں کی وضاحت بھی عربی ہی میں کی ہے۔ اس کے بعد اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے حسب مقام و محل اردو و فارسی اشعار بھی لکھے ہیں، جو آپ کے اعلیٰ ذوق شعری کی عکاسی کرتے ہیں"

۵۔ التعلیقات علی السبع المعلقات۔ یہ شرح بھی آپ نے مولوی عبدالاحد کی استدعا پر ۱۸۹۷ء میں لکھی اور مطبع مجتبائی دہلی نے اسے چھاپا۔ مولانا ذوالفقار علی اس شرح میں علامہ ابو عبداللہ الحسین بن احمد الحنفی الزوزنی اور اس کے خلاصہ جو مولوی عبدالرحیم صفی پوری نے کیا ہے، پر اعتماد کیا ہے۔ آپ نے اس شرح میں بھی انہی خصوصیات کو مدنظر رکھا ہے جو حماسہ اور المتنبی کی شروح میں ملحوظ رکھی گئی ہیں۔

۶۔ عطر الوردہ شرح قصیدہ بردہ۔ مولانا ذوالفقار علی نے شیخ امام ابو عبداللہ شرف الدین محمد بن سعید بن حماد البوصیری کے اس قصیدہ نبوی کا سبب تالیف اس کے دیباچے میں یوں لکھا ہے۔

"کافی وقت اور عرصہ گذرا کہ میں نے جاہلیت کے اشعار جن میں ناپسندیدہ مضامین و خیالات تھے، کی شرح لکھی تھی مجھے اپنی عمر ضائع کرنے پر نہایت قلق و افسوس ہوا کہ میں نے فضول سی باتوں میں اپنی عمر ضائع کی، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول یاد آیا (ترجمہ) "کسی آدمی کے اسلام کی خوبی میں سے یہ ہے کہ وہ بے معنی و بے مقصد امور کو چھوڑ دے" چنانچہ میں قصیدہ بردہ کی شرح کے لئے کمربستہ ہوا۔ جو اہل علم و اہل معرفت کے نزدیک بہت بابرکت ہے۔ میں نے قصیدہ کی شرح کا نام عطر الوردہ رکھا۔"

مولانا ذوالفقار علی نے اس قصیدہ کی شرح بھی اسی طرز پر کی ہے جس طرز پر الحماسہ، سبع المعلقات اور المتنبی کی شرحیں لکھی ہیں۔ البتہ اس قصیدہ کی شرح میں عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نمایاں نظر آتا ہے۔ مولانا اصغر حسین صاحب رقم طراز ہیں: "مولانا ذوالفقار علی نے قصیدہ بردہ و بانت سعاد کی شرحیں عطر الوردہ اور الارشاد جس ذوق و شوق سے تحریر فرمائی ہیں وہ حب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی علامت اور بہترین ذخیرہ آخرت و کمال ایمان کی دلیل ہیں"[2]

۷۔ الارشاد۔ شرح قصیدہ بانت سعاد۔ یہ ابو عقبہ، کعب بن زہیر بن ابی سلمی المزنی کے قصیدے کی شرح ہے اس کے دو ایڈیشن ۱۹۰۰ء اور ۱۹۲۴ء میں مطبع مجتبائی دہلی سے چھپے۔ مولانا اس کے دیباچے میں فرماتے ہیں۔

۱؎ تسہیل البیان ص ۳
۲؎ حیات شیخ الہند ص

"مجھے آج کل اتفاق سے قصیدہ بانت سعاد کی شرح جو امام شیخ ابراہیم باجوری کی تالیف ہے مل گئی ہے۔ یہ شرح نہایت لطیف اور عمدہ ہے۔ اس لیے میں نے اس کا بقدر ضرورت پہلے عربی میں خلاصہ اور پھر امام ابن ہشام کی شرح سے مختلف چیزیں لے کر اس میں مزید معلومات کا اضافہ کر دیا ہے۔ اور پھر اہل علم کے فائدے کے لیے اشعار کا اردو میں ترجمہ و شرح بھی کر دی ہے۔

۴۔ الھدیۃ السنیۃ۔ مولانا ذوالفقار علی کی یہ تصنیف مطبع مجتبائی دہلی سے، ۱۳۰۵ھ میں چھپی۔ یہ کتاب عربی میں ہے۔ اس کتاب میں مولانا نے دارالعلوم دیوبند کے قیام۔ مولانا مملوک علی۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی۔ حاجی عابد حسین مولانا محمد یعقوب نانوتوی۔ مولانا رفیع الدین۔ مولانا رشید احمد گنگوہی اور دیوبند کے قصبہ کا ذکر نہایت ہی اچھے انداز میں کیا ہے۔ اس کتاب کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا کو عربی نثر و نظم میں کتنا کمال حاصل تھا۔ مولانا کی نثر میں روانی اور رسادگی پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ان کے پاس الفاظ کا بہت بڑا ذخیرہ نظر آتا ہے انہیں عربی زبان پر ماہرانہ دسترس حاصل ہے وہ رموز کلام سے باخبر ہیں۔ ان کا اسلوب عہد عباسیہ کے آخری دور کے اسلوب سے ملتا جلتا ہے۔ عربی نثر کے علاوہ مولانا ذوالفقار علی کو عربی شاعری میں بھی کمال حاصل تھا۔ آپ نے جو قصائد و مراثی لکھے ہیں ان سے عجمیت کا احساس تک نہیں ہوتا۔ آپ کا کلام تصنع سے پاک اور بے ساختہ ہے۔ آپ نے ۱۲۹۷ھ میں مولانا محمد قاسم نانوتوی کا مرثیہ اور اس کے علاوہ مولانا محمد احسن نانوتوی کا مرثیہ لکھا۔ ان مراثی کو دیکھ کر آپ کی شعری قابلیت کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

آپ نے مدح میں بھی شعر ... میں سلطان عبدالحمید کی مدح بہت مشہور ہے۔

عربی شاعری کے علاوہ آپ نے فارسی میں بھی اشعار کہے ہیں۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی کا فارسی میں مرثیہ آپ کے فارسی زبان پر قادر ہونے کی دلیل ہے۔ آپ کی تصانیف کے مطالعہ سے آپ کے علم و ادب کے اعلیٰ مقام کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

موتمر المصنفین کی ایک تازہ تاریخی پیشکش
قادیان سے اسرائیل تک
مرتبہ: موتمر المصنفین
مکمل سیٹ ایک ہزار روپے
موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور